لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

Regd No. LW/NP 56

Phone:- 22949, 29747

TAMEER-E-HAYAT

Fortnightly

(NADWATUL-ULAMA LUCKNOW-226007 (INDIA)

A few English works of Maulana Abul Hasan Ali Nadwi.

Islam and the World , *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 210, price Rs. 18/- :*

"ISLAM AND THE WORLD belongs to the small class of thoughtful and thought provoking books which inquires into the factors responsible for the rise and decline of Muslims, studies the impact of Islam on the world and intelligently discusses the role of Islam in the world of today and tomorrow. Maulana Nadwi's book provides a rational and historical refutation of the charge often made from several quarters that it is Islam which is responsible for the present backwardness of the Muslims."

ISLAMIC REVIEW
London, November-December, 1961

Western Civilization—Islam and Muslims : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 199, price . Rs. 22/- :*

"This book is a whiff of fresh air in the midst of communal madness all round .... It will be serving a great purpose if it can make the Muslim countries, especially the Indian Muslims to some furious thinking in order to extricate themselves from the malaise in which they have been pushed by their static policies and programmes."

THE HINDUSTAN TIMES
Delhi, December 21, 1969

Muslims in India : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 155, price Rs. 7.00 :*

"After Hunter's MUSALMANS OF INDIA this book may be said to be most useful publication on the subject......

The author "gives a detailed exposition of the achievements of the Muslim scholars in our country and their contribution to the freedom struggle. He demonstrates clearly that in contributing to the classical literature of Arabic and Persian, the Indian Muslims have to their credit a unique achievement, unique in the annals of world literature. By emphasising this aspect the Maulana has given a fitting answer to those historians who consider the period of Islamic domination as a dark age in the history of this sub-continent."

THE STATESMAN
Delhi, December 22, 1963

Religion and Civilization : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Mohiuddin Ahmad, pp. 120, price Rs. 8/- :*

"This brief but incisive work comprises the lectures delivered some years ago at the Jamia Millia; Delhi, and deals with the essential questions of eschatology, cosmology and the resultant socio-ethical order. Like Sorokin, he classifies cultures into sensate and idealistic but unlike him develops his own formulation of the revelatory culture, articulated par excellence, in the Islamic faith and culture ...... One gets from this book a broad and overall view of the socio-ethical order based on revealed guidance."

IMPACT INTERNATIONAL
London, May 16, 1971

Saviours of Islamic Spirit : *Vol. I, by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Mohiuddin Ahmad, pp. 434, price Rs. 28/- : Vol. II, Price Rs. 35.*

"Syed Abul Hasan Ali Nadwi has rendered a great service not only to Muslim readers but also to the non-Muslims by placing before them the saintly and devout lives of some of the most eminent men not only of Islam but of the world .... One wishes more books like this will come out so as to bring out those aspects of Islam which are not as well known as they ought to be."

NATIONAL HERALD
Lucknow and Delhi. 9th July, 1972

The Four Pillars of Islam : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 298, price Rs. 22/-:*

"The book deals with the four fundamental duties, *Salat*, *Saum*, *Zakat* and *Haj* and, along with these, their logical advantages and significance and similarities and differences with the modes of worship in other religious communities. It has, thus, at once become a treatise on jurisprudence, scholastic theology and religious teachings and principles."

SIDQ-I-JADID
July 26, 1968

The Musalman : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Mohiuddin Ahmad, pp. 120, price Rs. 10/-:*

"Designed to present a true picture of the Indian Muslims before the non-Muslims, the book succeeds in portraying their social customs and manners, religious observances and feasts and festivals without either magnifying or concealing any facet of their life. A book which ought to be translated in every Indian language."

SIDQ-I-JADID
Lucknow, July 21, 1972

Faith versus Materialism : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Mohiuddin Ahmad, pp. 114, price Rs. 10/-.*

"This is a commentary of *Surah Kahf* (The Cave) which occupies a unique place in the Quran ...... In delineating the hidden traits and characteristics of Dajjal the author has brought to light the trickery and swaggering deception of the present-day God-less materialistic civilization. Through his lucid exposition of the message contained in this chapter of the Quran, the author has shown how its teachings can be efficacious in achieving deliverance from these evils.

ISLAM AUR ASR JADID
Delhi, July, 1972

Qadianism *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Zafar Ishaq Ansari, M. A.; pp. 152, price Rs. 13/-:*

"A critical study of the Qadiani Movement in the light of historical research. The book has gone a long way in correcting many misconceptions and errors lending force to the Movement."

New Menace and its Answer : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, pp. 24, price Re. 1.50.*

Glory of Iqbal *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 228, price Rs. 18/-*

Nadwa Book Depot P.B. 93 Lucknow-7

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سلسلہ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی

ایک خصوصی اپیل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مکرمی ومحترمی!

اس وقت کچھ اہم اور فوری ضروریات کی طرف آپ حضرات کی توجہ مبذول کرانا ہے، جو اس وقت دارالعلوم کو درپیش ہیں، ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشن تعلیمی کے بعد ذمہ داریاں قدرتی طور پر پہلے سے کہیں بڑھ گئی ہیں، نہ صرف داخلہ کے خواہشمند طلبہ بلکہ اندرون وبیرون ملک کے مہمانوں کی تعداد میں بھی روز افزوں اضافہ ہے۔

اس کے علاوہ دارالعلوم میں نئے شعبوں کا قیام، نئے کاموں کا آغاز، اور نئے دفاتر کے لئے بھی مختلف تعمیری کاموں اور طلبہ کے لئے مناسب اقامتگاہوں کی فوری ضرورت ہے، اور ہماری خواہش ہے کہ یہ کام یا اس کا بڑا حصہ ہمارے دینی بھائیوں کے ہاتھوں انجام پائے اور ہم کو اس سلسلہ میں باہر کی طرف زیادہ نہ دیکھنا پڑے۔ آپ حضرات میں سے جو جشن تعلیمی میں شریک تھے، ان کو یاد ہوگا کہ میں نے اجلاس کے تیسرے روز اس بات کی طرف متوجہ کرتے ہوئے یہ عرض کیا تھا کہ:۔ "یہ سونے کی چڑیاں اُڑ جائیں گی، ہم اور آپ یہاں رہیں گے۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ اب آپ کو چھٹی مل گئی، ہم آپ کو چھوڑنے والے نہیں، ہمارے سفیر آپ کے گھروں پر جائیں گے، آپ کی دکانوں پر جائیں گے۔ آپ کے چار آنے اور آٹھ آنے ہم کو عزیز ہیں، یہ جو کچھ دیں گے وہ اس دولت کا ہزارواں حصہ ہوگا جو خدا نے ان کو دیا ہے۔ جو آپ دینگے وہ آپ کے گاڑھے پسینے کی کمائی ہوگی"۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ: "یہ ہمارے کریم النفس بھائی ہیں اگر یہ کچھ پیش کرتے ہیں تو ہم انکار نہیں کرسکتے۔ یہ خدا کی نعمت ہے، خدا کی نعمت کو ٹھکرا نہیں سکتے، مگر کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم انکے دست نگر ہیں اور ہمارا طرز عمل بدل جائے گا اور ہم اپنے اس مقام و دعوت کو چھوڑ دیں گے۔ ایسا نہیں ہے۔ انشاء اللہ اس کے بعد جو پہلا سفر اب بھی ہوگا اس میں وہی ہمارا لہجہ ہوگا وہی ہماری زبان ہوگی اور وہی ہمارا عقیدہ اور دعوت ہوگی"۔

خدا کا شکر ہے کہ ہم ان بیش قیمت اصولوں کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں، ہمارے نزدیک مالیات، بجٹ اور عظیم الشان عمارتوں سے زیادہ وہ مقصد عزیز ہے جس کے لئے یہ دارالعلوم قائم کیا گیا ہے، یعنی جدید زمانہ میں اسلام کی موثر اور صحیح ترجمانی، دین و دنیا کی جامعیت اور علم و روحانیت کے اجتماع کی کوشش، فتنۂ لادینیت اور ذہنی ارتداد کا مقابلہ، اسلام پر اعتماد اور علوم اسلامیہ کی برتری وامتیاز کا اعلان واظہار، دین حق سے وفاداری اور شریعت پر استقامت۔

اس وقت دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علاوہ ملیشیا، ابوظبی، ساؤتھ افریقہ وغیرہ کے طلباء بھی زیر تعلیم ہیں، ملکی وغیر ملکی طلباء کی تعداد برابر بڑھتی جارہی ہے، تقریباً سوا تین سو غیر مستطیع طلباء کے وظائف (اسکالرشپ) پر تقریباً ۲ ½ لاکھ روپے صرف ہورہے ہیں۔ حضرات مدرسین واسٹاف کی تعداد ۸۰ سے زائد ہے، مجموعی مصارف سالانہ علاوہ تعمیرات تقریباً ۸ ½ لاکھ ہیں۔ اس سال جدید طلبہ کے اضافہ کے باعث رہائش گاہ (ہوسٹل) کا مسئلہ سخت پیچیدہ ہوگیا ہے، اس لئے فوری طور پر ایک جدید دارالاقامہ اور اساتذہ کی رہائش گاہوں کی تعمیر کرنا ازبس ضروری ہوگیا ہے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی خدمات میں ان اہل خیر حضرات کا بڑا حصہ ہے جو اس اہم کام کو اپنی ذاتی ضرورت سمجھتے ہیں، اور وقتاً فوقتاً حسب استطاعت اعانت فرماتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس تعاون کو قبول فرمائے۔ اس لئے ہماری گذارش ہے کہ اس وقت تعمیرات کی طرف فوری توجہ فرمائیں اور اپنے ناموں سے یا اپنے مرحوم اعزا کی طرف سے ایصال ثواب کے لئے طلبہ کی رہائش گاہیں تعمیر کرائیں، یہ ایک بڑا صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر ایک جدید دارالاقامہ اور اس سے متعلق ضروری عمارتوں کا نقشہ تیار کراکر داخل کردیا گیا ہے اور انشاء اللہ نقشہ کے پاس ہوتے ہی اس کا کام شروع کردیا جائے گا، اس جدید دارالاقامہ میں طلباء ملکی وغیر ملکی دونوں کی رہائش کا انشاء اللہ معقول انتظام ہوگا۔ اس کی عمارت انشاء اللہ تین منزلہ ہوگی۔ دارالاقامہ کے ایک کمرے پر دس ہزار روپے صرف کا تخمینہ ہے، یہ کمرہ ۱۶ × ۱۱ فٹ کے ہیں اور ان کے سامنے ۱۶ × ۸ فٹ کا برآمدہ ہے، ہر کمرہ میں چار طلبہ کے رہنے کی گنجائش ہوگی۔ اس کے علاوہ کتب خانہ اور اسٹاف کے رہائشی مکانات وغیرہ کی فوری تعمیر کا انتظام بھی شروع کردیا ہے۔ (طلبہ کے لئے نئے سہ منزلہ ہوسٹل کی تعمیر کا کام شروع ہوگیا ہے، اس کی پہلی منزل کی تکمیل انشاء اللہ ماہ شوال تک ہوجائے گی)۔

یہ حقیقت قابل توجہ ہے کہ مسلمانوں کی ہر فلاح وبہبود ان کے اس دین سے وابستہ ہے جس کو لے کر حضور اکرم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ مسلمان جس قدر اس حقیقت کی طرف توجہ کریں گے اور جس قدر دینی کاموں میں دلچسپی اور بلند ہمتی سے حصہ لیں گے، اسی قدر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی حفاظت و کامیابی کا فیصلہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، "ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم"۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی توفیقات خاص سے نوازیں اور اپنے دین کی نصرت وحمایت کی دولت سے سرفراز فرمائیں۔

نوٹ: امدادی رقوم ہمارے سفراء حضرات کو عنایت فرمائیں یا رقوم چیک اور ڈرافٹ بنام ناظم ندوۃ العلماء (ندوہ) لکھنؤ روانہ فرمائیں۔

خاکسار

ابوالحسن علی ندوی

تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

زرِ اشتراک اندرون ہند مع محصول ڈاک:
سالانہ: ۱۲ روپے ششماہی سات روپے
فی پرچہ: ۶۰ پیسے
بیرون ہند مع محصول ڈاک:
بحری ڈاک سے: ایک پاؤنڈ سٹرلنگ
ہوائی ڈاک سے: امریکہ و کنیڈا اور یورپین ممالک: ۳ پونڈ
افریقہ، مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید ممالک: ۲ ½ پونڈ
پاکستان: ۳۰ روپے
بنگلہ دیش: ۱۵ روپے

جلد نمبر ۱۴ | ۱۰ جولائی ۱۹۷۷ء — ۲۲ رجب ۱۳۹۷ھ | شمارہ نمبر ۱۴

اسحٰق جلیس ندوی

سنسکرت کا فروغ

سنسکرت زبان اپنے زمانۂ وجود سے آجتک کبھی بھی عوامی زبان نہیں رہی، ہندوستان کے قدیم مذہبی روایات اور ذات پات کے نظام نے اسے ہمیشہ ایک طبقہ تک محدود رکھا، تمام مذہبی کتابیں سنسکرت میں تھیں اور اعلیٰ ذات کے برہمن مذہب اور اس زبان کے اجارہ دار تھے اور اس سلسلے میں اس قدر حساس کہ کوئی غیر برہمن خاص طور پر پست اقوام کا کوئی فرد اسے رابطہ کی زبان یا علمی زبان کی حیثیت سے استعمال نہیں کرسکتا تھا، عوام پالی زبان بولتے تھے اور خواص سنسکرت۔

اس ملک میں بدھ مذہب کی مقبولیت کے اسباب میں ایک اہم سبب یہ تھا کہ بدھ مت کی تعلیمات عوام کی زبان پالی میں تھی۔ ذات پات کے بندھن میں جکڑے ہوئے انسانوں کے سامنے مساوات کا اصول لئے بدھ مت نے جب ان کی روزمرہ زبان پالی میں مخاطب کیا تو لوگ جوق درجوق اس نئے مذہب کو قبول کرنے لگے اور عرصہ تک بدھ مت کی حکمرانی ہندوستان پر رہی۔

اس تجربہ کے بعد بھی سنسکرت کو عوامی زبان بنانے اور اپنے مذہبی علوم کی عوام میں اشاعت کی تحریک وکوشش پراچین بھارت میں نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ سنسکرت زبان کسی دور میں بھی ایک زندہ زبان کی حیثیت اختیار نہ کرسکی۔ آزادی کے بعد سنسکرت زبان کی تعلیم اور اس کی فروغ واشاعت پر ہماری سیکولر حکومت کروڑوں روپے صرف کررہی ہے۔ اردو جیسی زندہ زبان کی کوئی یونیورسٹی نہیں، کوئی علاقہ نہیں لیکن اس ملک میں سنسکرت یونیورسٹیاں موجود ہیں۔ سنسکرت انسائیکلوپیڈیا اور لغت کا کام برسوں سے ہورہا ہے جس کا لاکھوں روپے کا بجٹ ہے، آل انڈیا ریڈیو کا صرف سنسکرت شعبہ ہے بلکہ ہندی انگریزی کی طرح صبح شام عام خبروں میں سنسکرت خبریں بھی نشر ہوتی ہیں۔

ہم نے کسی غیر عربی ملک مثلاً پاکستان ریڈیو پر اردو کی خبروں کے معاً بعد عربی زبان میں خبریں نہیں سنیں۔ ریڈیو کا عربک ڈیپارٹمنٹ اپنے مخصوص اوقات میں عربی پروگرام نشر کرتا ہے لیکن عمومی پروگرام میں جسے بڑی تعداد سنتی ہے عربی خبریں نشر نہیں ہوتیں۔

غیر عربی مسلم ممالک کے نصاب تعلیم میں عربی زبان لازمی زبان کی حیثیت سے داخل نہیں۔ خود ہندوستان میں ہزاروں جدید تعلیمی ادارے مسلمانوں کی سرپرستی میں عرصہ سے چل رہے ہیں لیکن ان میں عربی زبان لازمی نہیں اگر خال خال اس کا درجہ بھی ہے تو اختیاری مضمون کی حیثیت سے۔

عربی زبان جو کلام الٰہی اور احادیث نبویؐ کی زبان ہے، عربی زبان جو ایک زندہ زبان ہے اور دنیا کے چودہ آزاد ممالک کی سرکاری زبان کی حیثیت اسے حاصل ہے — عربی زبان جس کی بین الاقوامی حیثیت ہے، جسے یونیسکو، یو۔ این۔ او اور دنیا کی تمام اہم تنظیموں نے تسلیم کیا ہے — عربی زبان جو تیل کی دولت سے مالا مال ملکوں کی زبان ہے مادی فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے غیر مسلم بھی جسے سیکھ رہے ہیں۔ اس عربی سے مسلم ممالک اور مسلم عوام کیسے اغماض کا یہ عالم اور دوسری طرف لسانی تاریخ کی میوزیم میں رکھی ہوئی سنسکرت کو عام کرنے میں اس کے چاہنے والوں کی وہ جد وجہد جسکا کوئی جوڑ ملک کی مادی ضرورت اور سیکولر کردار سے نہیں سنسکرت کے فروغ کا جذبہ یہاں ہر شخص میں کارفرما ہے۔ اجارہ دینو باجپائی اس پر مصر ہیں کہ سنسکرت کی تعلیم اسکولوں میں لازمی کردی جائے اور ہمارے وزیر تعلیم طلبہ پر چار زبانوں کے بار کے ذکر کے ساتھ اس پر تیار ہوجاتے ہیں کہ سنسکرت کی ابتدائی واقفیت لازمی کردی جائے گی۔

دیکھو مسجد میں شکست رشتۂ تسبیح شیخ ؛ بتکدے میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ

دس باتیں

مشرق وسطیٰ کی ہمہ گیر دینی تحریک "الاخوان المسلمون" نے عالم عربی پر گہرا اثر ڈالا، اس تحریک نے ایسے مخلص اور پرجوش نوجوان پیدا کئے جنھوں نے ہر محاذ پر باطل کے چیلنج کا مردانہ وار مقابلہ کیا، حق و باطل کی کشمکش میں اخوانیوں کو ہر قسم کی آزمائش سے گذرنا پڑا، انہوں نے دعوت حق کی خاطر دار ورسن کے مرحلے جس خندہ پیشانی اور پامردی سے طے کئے اس سے قرون اولیٰ کے مجاہدین اور داعیان اسلام کی یاد تازہ ہوگئی، یہ تحریک اپنوں کے ہاتھوں پامال ہوکر رہ گئی، ربع صدی سے اس کی سرگرمیوں پر پابندی ہے، اسکے باوجود عالم عربی میں خیر و صلاح، حق وانصاف اور دین واخلاق کی ہر انفرادی اور اجتماعی کوششوں کے پس پردہ اخوان سے متاثر ذہن کارفرما ملیگا۔ مغربی تہذیب اور مادی فکر کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں روحانیت واخلاق کی مشعل فروزاں کرنیوالوں کو تربیت کے مراحل سے گذرنا ضروری ہے، تحریک اخوان کے بانی امام حسن البنا شہیدؒ کی دوربین نگاہ سے اپنی تحریک کے کارکنوں اور متاثر افراد کی تربیت کا پہلو کبھی اوجھل نہیں رہا، انکی تحریریں دعوت کے پہلو بہ پہلو تربیت کا ایک مکمل نصاب اپنے اندر رکھتی ہیں۔ حسن البنا شہیدؒ کی ان تحریروں میں سادگی، خلوص، اثر پذیری اور ہلکے پھلکے انداز میں انسانی نفسیات کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے فرد کی اصلاح کی موثر کوشش جھلکتی ہے، اس کا ایک نمونہ اپنی اور قارئین کی اصلاح کی نیت سے درج ہے:۔

۱۔ نماز کا اہتمام کیجئے۔
۲۔ قرآن مجید کی تلاوت کیجئے یا اس پر غور وتدبر کیجئے یا اسے سنئے، خدا کے ذکر سے کبھی غافل نہ رہیے۔
۳۔ اپنا ذرا سا بھی وقت ضائع نہ کیجئے۔
۴۔ عربی زبان سلاست وفصاحت سے بولنے کی مشق وکوشش کیجئے کیونکہ یہ اسلامی شعار ہے۔
۵۔ بحث ومباحثہ سے گریز کیجئے کیونکہ اس میں کوئی بہتری نہیں ہوتی۔
۶۔ طنز ومزاح اور ہنسی مذاق کی کثرت سے بچئے، کیونکہ بامقصد اور جفاکش قومیں سنجیدہ ہوتی ہیں۔
۷۔ گفتگو میں اپنی آواز اس حد تک رکھئے جتنی ضرورت سننے والے کو ہو۔ بلند آواز سے بولنا رعونت اور ایک قسم کی ایذا ہے۔
۸۔ غیبت سے بچئے، شخصیتوں کو مجروح نہ کیجئے، جو بات کہئے بھلائی کی کہئے۔
۹۔ ہر اجنبی سے شناسائی پیدا کیجئے، اس لئے کہ خلوص ومحبت کا یہ پہلا تعارف ہی دراصل ہماری دعوت کی بنیاد ہے۔
۱۰۔ وقت کم ہے اور کام کی کثرت، اس لئے دوسروں کو ان کے وقت سے بھرپور فائدہ اٹھانے میں تعاون کیجئے۔

میری جیل زندگی کی چند جھلکیاں

ابو محمد امام الدین رام نگری

جولائی ۱۹۴۸ء کی ۳۰، ۳۱ کی درمیانی شب تھی، میرے یہاں ایک مہمان آئے ہوئے تھے، کھانے کے بعد وہ، میں، میرے لڑکے قمر الدین اور تاج الدین اشعر نائب مدیر روزنامہ قومی مورچہ بنارس بیٹھے تھے، اشعر کی ایک نظم جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے مجھے بہت پسند ہے۔ میں نے اشعر سے کہا، وہ نظم لاؤ، سنی جائے۔ وہ اپنی نظم کے ساتھ جوش ملیح آبادی کی نظم بھی لائے جو فطری اور واقعاتی دلائل رسالت میں اپنی مثال آپ ہے اور پہلے اسی کو پڑھا اور اسے ختم کرکے جوں ہی اپنا مجموعۂ کلام اٹھایا ایک پولیس سامنے آکھڑا ہوا۔ بولا، "باہر داروغہ جی کھڑے ہیں۔" میں باہر نکلا، داروغہ دو پولیس کے ساتھ چبوترے کے نیچے کھڑے تھے، مجھ سے پوچھا: "کیا ہو رہا ہے؟" میں نے کہا: "شعر و شاعری، چلئے آپ بھی سنئے اندر آئیے۔" پوچھا "آپ جماعت اسلامی کے ممبر ہیں؟" میں نے اثبات میں جواب دیا۔ کہا "تھانے چلئے۔ آپ سے کچھ کام ہے" دو رکشہ لائے تھے۔ ایک پر مجھے بٹھایا اور خود بیٹھے، دوسرے رکشے پر دونوں پولیس بیٹھے، تھانے لے گئے، بعد میں اشعر پہونچے، ان سے تھانیدار میرے حالات پوچھتے رہے، کچھ دیر بعد قمر الدین رام نگر کانگریس اور میونسپلٹی کے سبھاپتی پریم کشور پانڈے کو لے کر پہونچے، دس گیارہ بجے کا درمیانی وقت تھا تھانیدار نے پانڈے جی کو تنہائی میں لے جاکر ان کی باتیں سنیں، معلوم ہوا ان کی باتوں سے متاثر ہوئے۔ تھانے کا ٹیلی فون بگڑا ہوا تھا۔ پی۔ اے۔ سی لائن بنارس کے مجسٹریٹ یا اے ڈی ایم سے باتیں کرنے گئے۔ واپس آکر کہا۔ وہ سو گئے ہیں، صبح بات ہوگی، پانڈے جی چلے گئے، تھانے سے چارپائی ملی۔ گھر سے بستر گیا۔ دونوں واپس گھر چلے گئے، میں سویا۔ صبح گھر سے ناشتہ گیا، ناشتہ کیا، تھانیدار پی۔ اے۔ سی لائن گئے، واپس آکر کہا "آپ جماعت اسلامی کے ممبر ہیں جیل تو جانا ہوگا مگر جلد ہی چھوٹ جائیں گے"

میری سرگزشت زنداں اپنے ناچیز اور ناکارہ بندے پر اللہ تعالیٰ کے مسلسل فضل و کرم کی روداد ہے، اور میرا بیان تحدیث نعمت ہے۔ اس نے عزت و عافیت کے ساتھ تھانے پہونچایا، وہاں عزت و اکرام سے رکھا، اب دیکھئے جیل کس طرح پہونچایا، میں پولیس کے اختیار میں تھا، میرے اعزہ بھی کوئی انتظام نہیں کر سکتے تھے، انتظام کیا اللہ تعالیٰ نے، تھانیدار کو کوتوال شہر یا حکام کی میٹنگ میں بنارس جانا تھا، انہوں نے رام نگر کے ایک رئیس کی کار منگوائی، رئیس سے میرے بھی مراسم تھے انہوں نے میری گرفتاری کی خبر سنی تو ملاقات کو آئے، تھانیدار ان کی کار پر بنارس گئے۔ کار واپس آئی تو مجھ کو لے گئی۔ دو پولیس ساتھ تھے، کار میں قمر الدین اور ان کے بیٹے قیام الدین بھی ساتھ گئے، دونوں سپاہیوں کا رویہ بھی شریفانہ تھا، کچہری کی کارروائی کے بعد کار نے ضلع جیل پہونچایا۔

میں جیل کی راہ و رسم اور سیاسی قیدی کی پوزیشن سے نا آشنا تھا، ابھی گرفتاری میں تیزی نہیں آئی تھی، اس لئے میرے جیل داخلہ کے بعد کوئی قیدی آتے دکھائی نہ دیا، شام کے قریب پھانے کا ٹاٹ، کمبل کھانے کی پیتل کی تھالی، کٹورا اور پانی پینے کا پیتل کی ٹونٹی کا لوٹا ملا، میں ۹۰ سال کا بوڑھا، پوست و استخواں کا پیکر، موتیابند سے ایک آنکھ نہیں، سماعت برائے نام، دونوں پیروں کے تشنج کا دیرینہ مریض، چھڑی لے کر بھی دائیں بائیں جھونکا کھاتا لڑکھڑاتا چلنے والا، پھاٹک کے چوکیدار نے چھڑی نہ لانے دی تھی، اپنا بیگ اور اس سامان سے لدا پھندا اس مقام پر چلا جہاں ڈی۔ آئی۔ آر کے قیدی رکھے گئے تھے، خدا کا رحم و کرم پھر نمودار ہوا، آگے بڑھ کر ڈی۔ آئی۔ آر کے دو قیدی لے۔ ایک نے مجھے دیکھ کر پوچھا۔ "آپ اشعر کے والد ہیں" میں نے کہا "ہاں" پھر نام لے کر پوچھا۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ شاید وہ میری حالت سے نہایت متاثر ہو گیا تھا، میرے ہاں کے ساتھ ہی اس کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا "اندر وا آپ کی آہ سے تباہ ہو جائے گی"۔ یہ تعلیمیافتہ خاندانی آدمی تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے ہمدرد بنا دیا، اس نے اپنے بستر کے ساتھ میرا بستر لگا دیا۔ اور میرا جو

کام ہوتا خود کر دیا کرتا تھا، حالانکہ یہ اور اس کا ساتھی دونوں شیعہ تھے، اس وقت صرف ۱۵ - ۲۰ قیدی تھے اور سب غیر مسلم۔

ملک کی تقسیم سے پہلے میری امارت کے زمانہ میں جماعت اسلامی بنارس جسے میں نے ہی قائم کیا تھا خاصی ترقی یافتہ اور سرگرم عمل تھی، اب دیکھئے خزانے رہنے کو جگہ کیسی دی؟ "سبھا بھون" جسے آپ مجلس ہال کہہ لیجئے۔ جیل میں سبھا بھون، شمالاً و جنوباً بھی خوب وسیع تھی، شمال کی جانب دروازہ، جنوب جانب متعدد زینوں کا اونچا، چوڑا چکلا اسٹیج، مغرب جانب برامدہ اس کے آگے طویل و وسیع صحن اور کھلا میدان، معلوم ہوا بنارس کے سمپورنانند جس زمانے میں اتر پردیش کے پولیس اور جیل کے وزیر تھے قیدیوں کی تفریح کے لئے سبھا بھون تعمیر کرایا تھا، اس کے دروازے پر اب تک یہی نام لکھا ہوا ہے۔

ملک کی تقسیم سے پہلے جماعت اسلامی کی جو پوزیشن تھی ملک کی تقسیم کے بعد جماعت اس پوزیشن کو نہ پہنچ سکی پھر بھی غنیمت تھی، کچھ ارکان پاکستان چلے گئے، کچھ کا انتقال ہو گیا، گرفتاری کے وقت شہر میں صرف چار ارکان تھے، مولانا حیدر علی مدرس جامعہ مظہر العلوم، ماسٹر عبد الرؤف، غیاث الدین اور سید سلطان احمد تین روز کے درمیان باری باری یہ چاروں بھی آگئے حالانکہ مولانا حیدر علی ٹی بی کے مریض تھے۔

اب ہم لوگوں نے برامدے کے جنوبی گوشے میں بستر لگایا تاکہ استنجا، وضو اور جماعت سے نماز پڑھنے میں آسانی ہو۔

اب گرفتاری میں شدت پیدا ہو گئی تھی، لوگ مسلسل چلے آرہے تھے، ہفتہ عشرہ میں پورا سبھا بھون بھر گیا، مسلمان پانچ ہم جماعت والے تھے دو شیعہ جو میرے ساتھ آئے تھے۔ ایک سماج وادی نوجوان، ایک بدتماش صحافی جو کئی بار قید ہو چکا تھا اور پانچ چھ اس کے ڈھنگ کے جو اس کے رفیق بن گئے اور تاش کھیلتے رہتے تھے باقی

سب غیر مسلم تھے۔ ان میں لیڈر بھی تھے، اعلیٰ تعلیمیافتہ بھی، پروفیسر بھی، وکیل بھی، کالجوں کے طلبہ بھی، تنظیموں کے لیڈر بھی۔

ہفتہ عشرہ تک تو تیسرے درجے کا کھانا ملا، لیکن یہ لوگ آگئے تو انہوں نے دوسرے درجے کا مطالبہ کیا جو منظور ہو گیا اب عمدہ جنس ملنے لگی، رات کے لئے بکری کا گوشت ملنے لگا، اصلی معیاری گھی ملنے لگا، چینی ملنے لگی، چائے کی عمدہ پیالیاں ملیں، پانی پینے کے لئے شیشے کا گلاس ملا، نہانے کے لئے حمام لکس اور لائف بوائے صابن ملنے لگا۔ دن میں دال چاول ترکاری سادی روٹی، رات کو گوشت کے ساتھ گھی لگی روٹی۔ ہفتہ میں دو روز رات کو کھیر بھی ہوتی تھی، ناشتے میں اکثر گھی چینی کا مالیوا ہوتا تھا اور کسی کسی روز بھنا چنا بھی، ہفتہ میں ایکبار پھل بھی ملتا تھا۔ کھانا پکانے کے کام کے لئے آدمی مل گئے تھے جو قیدی یا ملازم تھے لوگ شوق سے خود بھی پکاتے تھے۔ کھانا ہندو مسلمانوں کا ساتھ پکتا تھا، اور سب ساتھ بیٹھ کر کھاتے تھے۔ گوشت سے پرہیز کرنے والے تھوڑے سے الگ پکواتے کھاتے تھے،

قیدیوں میں سبھی پارٹیوں کے لوگ تھے، لیکن پتہ نہیں چلتا تھا کہ کون کس پارٹی کا ہے، سب کے لیڈر پردیپ جی تھے، تعلیمیافتہ، مطالعہ کے شوقین، نہایت نیک نفس، نعرہ صرف "جے پرکاش زندہ باد" کا لگتا تھا، گویا جیل ہی میں سب پارٹیاں مل کر جنتا پارٹی بن گئی تھیں،

اب ایک جھلک پروگرام کی دیکھئے:۔ صبح ناشتے چائے سے فارغ ہونے کے بعد تقریریں ہوتی تھیں، اکثر مقرر کالجوں کے طلبہ اور تعلیمیافتہ ہوتے تھے اور پولیس کی موجودگی میں اندرا سرکار کے خلاف ایسی طوفانی تقریریں کرتے تھے گویا شعلے اگل رہے ہیں اور انگارے برسا رہے ہیں۔ مجھے تو تقریریں سنائی نہ دیتی تھیں ان کی کڑک دار آواز اور ہاتھوں کی حرکت سے ان کے جوش و خروش کا اندازہ ہوتا تھا، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سارا ہندوستان جیل خانہ ہے اگر کہیں آزادی ہے تو جیل خانے میں ہے۔

رات کو ایک طویل نظم کا پروگرام تھا، میں نے اوپر بتایا ہے کہ پردیپ جی سب کے لیڈر تھے، لوگ دو طرفہ لمبی صف باندھ کر بیٹھ جاتے، پردیپ جی ایک کنارے پر کھڑے ہو کر ایک خاص لہجے میں اور خاص انداز سے ہاتھ جھٹک کر وہ نظم پڑھتے۔ نظم بند بند تھی ایک شعر تھا جسے

ہر بند کے آخر میں سب مل کر دہراتے تو سبھا بھون گونج اٹھتا، مجھے وہ نظم بھی سنائی نہ دیتی تھی، بند کے آخر میں پڑھے جانے والا شعر کا ایک مصرعہ یاد ہو سکا۔ وہ:

"ہلکی نکلی کرانتی دوار پر آئی ہے"

نظم کے آخر میں موزوں نعرہ بھی لگتا۔ ایک پارٹی کہتی "جے پرکاش، جے پرکاش" دوسری پارٹی کہتی "زندہ باد۔ زندہ باد" یہ نعرہ کئی بار دہرایا جاتا۔ کرانتی انقلاب کو کہتے ہیں اور تلک ٹیکا کو، اس شعر پر نوجوان جوش سے بھر جاتے، سبھا بھون میں رات کو گرمی ہوتی تو باہر صحن میں یہ پروگرام ہوتا اور نظم اور نعرے سے فضا معمور ہو جاتی۔

ہم لوگ اپنے بستر پر نماز کی جماعت کرتے لیکن برآمدے میں دھوپ آجاتی ظہر اور عصر بھون کے اندر ایک کنارے پر پڑھتے، جیل میں بے چھت کی ایک چھوٹی سی مسجد ہے اسی میں جمعہ پڑھتے۔ سخت دھوپ ہوتی تو اپنی جائے قیام ہی پر پڑھ لیتے۔ بعض جمعہ بھون کے پاس درخت کے سائے میں بھی پڑھا گیا، کسی نے کبھی کسی طرح کی ناگواری کا اظہار نہیں کیا۔ قدر اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے،

میں نے گھر سے ہندی کی اپنی کتابیں منگائی تھیں جن کے ذریعہ اسلام کے تعارف کی تحریک چلائی جارہی ہے۔ ایک روز تقریروں کا پروگرام ختم ہونے کے بعد میں نے وہ کتابیں لے جا کر میز پر رکھ دیں اور کہا "یہ آپ لوگوں کے مطالعہ کے لئے تحفہ ہیں" لوگوں نے خوشی کی تالیاں بجاکر اپنی قبولیت کا اظہار کیا۔

ایک روز لوگوں نے طے کیا کہ ہر مذہب کا تعارف کرایا جائے، دو دو روز ہر مذہب کے تعارف کو دئے گئے اور پہلا نمبر اسلام کا رکھا گیا۔ پہلے روز میری طبیعت خراب تھی، میرے رفیق جماعت ماسٹر عبد الرؤف نے تقریر کی۔ دوسرے روز میں گیا۔ میں نے ہندی میں اسلام کے عقائد سہ گانہ عقیدۂ الٰہ، عقیدۂ رسالت اور عقیدۂ آخرت کا تعارف کرایا اور لوگوں نے بہت توجہ سے سنا اور متاثر بھی ہوئے۔ آنند مارگی بھی تھے، ان کو الگ جگہ دی گئی تھی، پہلے روز ایک مارگی نے کچھ سوالات کئے تھے، اس سے کہا گیا تھا کہ وہ اپنے سوالات لکھ کر دے، دوسرے روز جواب دیا جائے گا، چنانچہ ایک سوال آواگمن سے متعلق تھا۔ میں نے اس کا تحقیقی جائزہ لکھا ہے۔ یہ ثابت نہیں ہوتا۔ مگر میں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہاں ایسے مسائل کا چھیڑنا مناسب نہیں ہے، دوسرا سوال تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں کیا کرتے تھے۔ اور ساتھ ہی لکھ دیا تھا کہ وہ تاشرک تھے، اس پر میں نے اسے ڈانٹا

کو ترک کیا جانو آنحضورؐ کو، دوسرے روز ہندو دھرم کے تعارف کی باری تھی لیکن کوئی اس کے لئے تیار نہیں ہوا۔ اور یہ پروگرام اسلام کے تعارف ہی پر ختم ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں میرے لئے خاص طور پر محبت و ہمدردی اور قدر و عزت پیدا کر دی تھی، ایک روز میں پائپ پر غسل کر رہا تھا اتنے میں پردیپ جی جو سب کے لیڈر تھے پائپ پر پہنچ گئے، میں نے لنگی بدلی تو انہوں نے گیلی لنگی لے کر پھینچ دی، ایک روز ایسا ہوا کہ میں غسل کر کے لنگی بدل رہا تھا اتنے میں ایک نوجوان جو چریاکوٹ اعظم گڑھ کا باشندہ و دیا پیٹھ بنارس کا طالب علم پرمانند سنگھ پہونچ گیا بولا۔ "آپ نے اچھی طرح نہیں نہایا اور زبردستی بٹھا کر سارے بدن، سر اور داڑھی میں صابن مل مل کر خوب نہلایا، ایک روز پھر ایسا ہی اتفاق ہوا اور اسی طرح نہلایا، اس روز سے میں اس کی موجودگی میں پائپ پر جانے سے پرہیز کرنے لگا۔

رام نگر کا ایک نوجوان شیام بہاری لال ہندو یونیورسٹی کا متعلم جس سے میں رام نگر میں واقف نہ تھا، وہ مجھ سے واقف تھا وہ جیل گیا تو مجھ سے ملا۔ اس سے جب سامنا ہوتا تو دونوں ہاتھ جوڑ کر سلام کرتا اور خیریت پوچھتا، ایک روز میں آنکھ سینکنے کے لئے گرم پانی کی فکر میں تھا، ملا تو حال پوچھا، میں نے گرم پانی کی ضرورت ظاہر کی تو بولا۔ "میں یہاں آپ کا بیٹا ہی تو ہوں، جو ضرورت ہو مجھ سے کہئے"۔ اور جاکر گرم پانی بھجوا دیا۔ میں نے ایک مسلمان نوجوان کا اوپر ذکر کیا ہے، وہ پہلی بار میرے سامنے آیا تو میں نے کہا۔ نہیں دیکھ کر مجھے اپنا چھوٹا بیٹا یاد آتا ہے۔ بولا "تو مجھی کو اپنا بیٹا بنا لیجئے" یہ وہ بیٹے کی طرح مجھے اسپتال لے جاتا دوا لاتا، بستر پر کھانا بھیجتا، بڑا سلیقہ مند تھا۔ بہت دنوں تک کھانے کا وہی مہتمم تھا سامان لاتا اور اپنے چارج میں رکھتا۔

ایک آر۔ ایس۔ ایس تھا صبح اپنی پارٹی والوں کی شاکھا بھی لگاتا تھا۔ وہ بڑا خوش مزاج تھا۔ مجھے ابا جان کہا کرتا تھا۔

یہ بات عام تھی کہ جو نوجوان میرے پاس آتا پہلے پاؤں چھوتا پھر باتیں کرتا۔ میں چلتا پھرتا بہت کم تھا، بستر پر بیٹھا رہتا ایک روز دو شخص ایک بزرگ کو لے کر آئے سفید بال مگر توانا و تندرست صرف اونچی دھوتی باندھے اور نیم آستین کا چھوٹا کرتا پہنے، یہ سروشٹھ ہندو دھرم پریشد "دھرم اگر ہندو سنگھٹن" اتر پردیش کے آرگنائزر تھے، نادھو دیش مکھ، لوگوں نے تقریروں

کا سلسلہ روک کر گیتا پر ان کی تقریروں کا پروگرام طے کیا۔ اسٹیج میرے بستر سے قریب تھا لیکن مجھے ان کی تقریر سنائی نہ دیتی تھی، ایک روز خیال ہوا کہ ایک پنڈت گیتا پر تقریر کر رہے ہیں، سننا چاہئے کیا کہتے ہیں، میں سبھا بھون میں گیا تو ایک شخص نے مجھے لیجا کر نادھو دیش مکھ کی بغل میں بٹھا دیا اور انہوں نے اپنے نیچے تہ کیا ہوا کمبل میری طرف کھسکا دیا کتنے اخلاق کے تھے دیش مکھ جی۔ اور کیسا فضل تھا اللہ تعالیٰ کا اپنے اس ناچیز بندے پر، دیش مکھ پاس کے جیل خانے میں تھے ایک روز ماسٹر عبد الرؤف صاحب کو لے کر میں بھی ان کی ملاقات کو گیا اور ہندی کی اپنی کتابیں دیں لے کر بہت خوش ہوئے۔

ایک روز ایک نوجوان آیا میرے بستر کے پاس ہی سبھا بھون میں بستر لگانے لگا اور مجھ سے اس طرح باتیں کرنے لگا جیسے رام نگر کا میرا خاص ملاقاتی ہو، معلوم ہوا ہندو یونیورسٹی کا پروفیسر ہے۔ ڈاکٹر بانکے بہاری لال شری واستو، طلبہ کی کسی تنظیم کا صدر، وہ چند روز کے بعد پاس کے جیلخانے میں منتقل ہو گیا، صبح پائپ سے نہا کر سامنے سے گزرتا تو جھک کر آداب کرتا ضمانت پر رہا ہو کر جانے لگا تو ملنے آیا، پاؤں چھو کر گیا، تھا تو بری طرح وہ بھی مجبور لیکن اس نے بھی کہا تھا کہ جو ضرورت ہو کہا کیجئے،

"میں نے کہا پان کی بیحد تکلیف ہو جاتی ہے" اب جب بھی اس کے ہاتھ پان لگ جاتا پہنچا جاتا۔ ایمرجنسی کے بعد رام نگر آیا تو مجھے بھی ملا۔ مجھے پہچاننے میں تذبذب ہوا تو بولا۔ "وہی پان والا"

پان گھر سے جاتا تھا، کبھی ختم ہو جاتا تو بڑی تکلیف ہوتی۔ ایک شخص تارام دلار بڑا پان کھانے والا۔ اس کے سوا کسی کے پاس پان کا سامان نہ رہتا۔ اکثر پان کے لئے اسی کے درپے رہتے، کچھ دنوں تک بوقت ضرورت مجھے بھی پان دیتا رہا، پھر لوگوں سے تنگ آکر اپنے پان کا مالک مجھے بنا دیا۔ نہ جانے کیا کیا ذرائع اس نے پیدا کر رکھے تھے کہ برابر، پان ڈل، سرتی، کتھا منگاتا ہی رہتا تھا۔ گھر سے پان اور پان کا سامان آتا ہی رہتا تھا، اللہ نے پان کا انتظام نہ ہونے پان کی طرف سے مطمئن کر دیا۔

لوگ رہا ہو کر جانے لگے، اکثر جوان اور نوجوان آتے اور پاؤں چھو کر آشیرواد مانگ کر جاتے۔

جیلر نظر نائیک مزاج تھا، وہ بھی ہمدردی رکھتا تھا اور عزت سے پیش آتا تھا، شام کو اکثر ٹہلتا ہوا، سبھا بھون آجاتا لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے اور وہ لوگوں سے اس طرح باتیں کرتا گویا وہ بھی انہیں

میں سے ہو، ایک روز میں لنگی اور گنجی پہنے اپنے بستر پر بیٹھا تھا وہ آیا تو ٹہلتا ہوا میں بھی چلا گیا، میں نے آداب کیا تو اس نے دیکھا نہیں، اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو سلام کیا۔ پردیپ جی کہا: "جیلر صاحب آپ کو سلام کر رہے ہیں۔ میں نے کہا: میں نے پہلے ہی جیلر صاحب کو آداب کیا۔

میں نے بتایا ہے کہ جیل میں ایک مسجد بھی تھی، اسی میں عید پڑھی گئی، ہم لوگوں کے ساتھ دونوں شیعوں نے بھی نماز پڑھی جنکا ذکر ابتدا میں آچکا ہے، اور ایسے مجرم قیدی بھی تھے جنکے دونوں پیروں میں ٹخنے سے کمر تک لوہا بندھا ہوا، اللہ تعالیٰ اس حالت سے بچائے۔ آمین

عید کے بعد سویوں کے ساتھ کھانے کی ایک خشک چیز بھی گھر سے گئی تھی، سویاں تو تھوڑی سی تھیں خشک چیز زیادہ تھی، میں نے سوچا یہ نوجوانوں کو دے دوں، ان کی تفریح ہی ہو جائے گی چنانچہ اسے لے جاکر پرمانند سنگھ کو دیا کہا سب لوگ بانٹ لو۔ ایک نوجوان جو دور تھا کہا۔ کیا ہم لوگ سوتیلے ہیں۔ میں نے کہا نہیں یہ سب کے لئے ہے۔

اندازہ کیجئے اس اپنائیت کا، یہ اللہ تعالیٰ ہی کا پیدا کیا ہوا انس تھا۔

رہائی کا وقت آیا تو میرے بہت سے ہمدرد اور قدردان جا چکے تھے، جو باقی تھے ان کو لے کر پردیپ جی نے وداعی میٹنگ کی مجھے کرسی پر بٹھایا، مالا پہنائی، اور وداعی تقریر کی، اور گروہ کے ساتھ جے پرکاش زندہ باد کا نعرہ لگاتے ہوئے اس احاطے کے باہر تک پہونچایا جس میں سبھا بھون تھا۔

وداعی میٹنگ میرے سوا صرف ایک پروفیسر کے لئے ہوئی تھی جو بڑی قابلیت اور شخصیت کے آدمی تھے، یہ تھا اپنے ناچیز بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم، ہندو بھائیوں نے جیل میں میری جو عزت و توقیر کی اور جس ہمدردی اور نوجوانوں نے عقیدتمندی کا اظہار کیا اسے میں بھول نہیں سکتا۔ مجموعی حیثیت سے جماعت اسلامی کا بہت اچھا تعارف ہوا۔ سب کو یقین ہو گیا کہ جماعت اسلامی ایک خدا پرست اور امن پسند جماعت ہے۔

پرنٹر، پبلشر، مسئول سید محمد حسنی نے نے۔ کے۔ آفسیٹ پرنٹنگ پریس دہلی میں طبع کرا کر دفتر تعمیر حیات ندوہ لکھنؤ سے شائع کیا۔

اڈیٹر: اسحٰق جلیس ندوی

از: جناب نصر احمد صاحب قادری پھلواروی

مولانا شاہ عزالدین ندوی پھلواروی ؒ

★

بارھویں صدی ہجری میں اولیاء کاملین، علماء ربانیین، عارفین باللہ کی صف میں صوبہ بہار کی ایک عظیم اور زندہ جاوید شخصیت آفتاب طریقت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواروی کی ذات قدسی صفات تھی جن کے باطنی کمالات ولایت و عرفان اور علوم رتبت کے لئے ان کے معاصرین میں مشاہیر صوفیاء رطب اللسان ہیں۔ ان پر فیاض ازل کے انعام و اکرام میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے اپنی قربت و معرفت کا درجہ نہ صرف حضرت مخدوم کو بخشا بلکہ ان کی اولاد کی ہر پشت میں علماء فضلاء صلحاء و اتقیاء کی ایک بڑی جماعت پیدا کی اگر ایک طرف معقولات اور علوم آلیہ کے اساتذہ نظر آتے ہیں تو دوسری طرف علوم عالیہ کے بلند پایہ علماء محدثین، فقہاء، مفسرین قرآن، ادباء اور ماہرین السنہ کے اسماء گرامی سر فہرست ہیں ان حضرات کے فضائل و کمالات میں مولانا شاہ ظہور الحق عمادی مجیبی کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ ڈاکٹر اقبال ان کو ہندی فلسفی کہتے تھے اور ان کی تصنیف "معمولات فلسفہ" کے مطالعہ کے مشتاق تھے علوم عقلیہ کے علاوہ مولانا شاہ ظہور الحق حافظ قرآن اور حافظ حدیث بھی تھے صحیحین اور حصن حصین انھیں از بر تھیں اس کے ساتھ ادب و انشاء کے بھی بادشاہ تھے۔

صدر نشین بزم ولایت شاہ ساحر البیان عندلیب ریاض رسول حضرت مولانا شاہ ابوالحسن محمد فرد بھی اسی خانوادہ عالیہ کے نامور فرد ہیں ان کی ملاقات کے لئے شاہ اسمٰعیل شہید، بہار و بنگال کے سفر کے درمیان پھلواری آئے اور دیر تک علمی گفتگو کرتے رہے۔ شاہ اسمٰعیل حضرت فرد کے علمی تبحر کے معترف اور ان کی بابرکت صحبت سے بہت محظوظ ہوئے اور ان کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر کی عظمت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ امیر شریعت و طریقت حضرت مولانا شاہ محمد بدر الدین قادری و حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواروی جیسے یگانۂ روزگار فاضل اور رہنمائے دین ان کے شاگرد اور ذیل گرفتگان ہیں، حضرت نصر علوم حدیث کے وسیع النظر عالم تھے ان کے معاصرین ان کی حدیث دانی کے معترف تھے۔ ان کے عہد میں مولانا احمد علی محدث سہارنپوری پھلواری آئے اور آپ سے خاص طور پر علوم حدیث کے سلسلہ میں بعض اہم مباحث پر گفتگو کی اور خانقاہ سے مراجعت کے وقت فرمایا،

"..... جناب شاہ صاحب سے گفتگو کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ آپ بھی اس فن کے اعلم ترین لوگوں میں ہیں"

اسی خانوادہ کے روشن چراغ مولانا شاہ عزالدین ندوی قادری رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہوں نے ابھی حال ہی میں اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت اختیار کی ہے اور جن کے غم میں آج پھلواری شریف ہی نہیں بلکہ ساری علمی دنیا سوگوار ہے، خاندان مجیبی کے لئے تو یہ نقصان بڑا ہی غم انگیز اور جان گسل ہے۔

مولانا شاہ عزالدین کے جد اعلیٰ سید شاہ رحیم الدین حسینی حضرت شاہ محمد مجیب اللہ کے صاحبزادہ شاہ محمد عبدالحق کے داماد تھے، مولانا شاہ عزالدین کے والد ماجد مولانا سید معین الدین ؒ بڑے صاحب علم و تقویٰ تھے عین جوانی میں انکا انتقال ہو گیا اس وقت شاہ عزالدین چار سال کے تھے۔ ولادت شعبان ۱۳۲۶ھ میں ہوئی تھی ہوش سنبھالا تو پھلواری شریف علم و فضل اور تصوف و احسان کے آوازہ سے پر شور تھا یہاں کا ہر مکان، مدرسہ اور کتب خانہ سے معمور تھا علم و فقر کی ایسی جامعیت شاید ہی کہیں اور پائی جاتی ہو اس علمی و روحانی ماحول میں وہ پروان چڑھے ابتدائی تعلیم انہوں نے خاندان کے بزرگوں خصوصاً حضرت مولانا شاہ محمد نظام الدین دامت برکاتہم سے حاصل کی تعلیم کے سلسلہ میں کچھ دنوں مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ میں بھی قیام کیا۔ یہ مدرسہ مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز شاگرد مولانا عبدالحمید کا قائم کیا ہوا ہے کسی زمانہ میں یہ بھی بڑا بافیض اور کامیاب مدرسہ تھا یہاں کے فارغین میں نامور اور جید علماء کی بڑی تعداد ہے ان میں سر فہرست امیر شریعت ثالث حضرت مولانا شاہ محمد قمر الدین قادری رحمۃ اللہ اور حضرت مولانا شاہ محمد نظام الدین قادری دامت برکاتہم بہت ممتاز ہیں، اپنے ان نامور فرزندوں پر مدرسہ جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔

مولانا شاہ عزالدین نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ جا کر علوم عربیہ کی تکمیل کی اور ندوہ کے ممتاز فرزندوں میں شمار کئے گئے۔ ندوہ میں انہوں نے مولانا عبدالحئی فرنگی محلی کے نامور شاگرد مولانا حفیظ اللہ اور شیخ حسین یمانی کے ممتاز شاگرد مولانا حیدر حسن خاں سے اکتساب فیض کیا، مولانا شبلی فقیہ، مولانا محمد یوسف ادیب اور مولانا عبدالرحمٰن نگرامی سے بھی استفادہ کیا۔ اساتذہ کے ساتھ طلبہ میں بھی بہت ہر دلعزیز تھے۔ ۱۳۵۲ھ میں طلبہ کی انجمن الاصلاح کے ناظم منتخب ہوئے اور بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ یہ خدمت انجام دی۔ درسی کتابوں کے ساتھ تحریر و تقریر سے بھی شغف تھا اور اردو کے علاوہ عربی میں بھی بڑی شستگی سے بولتے اور لکھتے، طالب علمی ہی کے زمانہ میں مصر کے مشہور علمی رسالہ "المزھر" میں ان کے محققانہ مضمون نے اہل علم سے بڑا خراج تحسین حاصل کیا تھا بعد فراغت وہاں مدرس ہو گئے۔ پھر شاہی مسجد لاہور اور کانپور کی مچھلی بازار کی تاریخی مسجد میں عرصہ تک امام و خطیب رہے اس کے بعد دوبارہ استاد ادب و تفسیر کی حیثیت سے ندوہ میں بلائے گئے اور کئی برس تک نیکنامی کے ساتھ یہ خدمت انجام دی۔ ۱۳۶۶ھ میں مدرسہ اسلامیہ کی درخواست پر رانچی آئے۔ کچھ دنوں مدرسہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری میں بھی درس دیا آخر میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے استاذ منتخب ہوئے تدریسی خدمات کے ساتھ وہاں شعبہ عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں بھی لکچرار اور پروفیسر کی حیثیت سے عرصہ تک کام کیا طلبہ اور اساتذہ ان کے بے حد قدردان تھے جب ریٹائر ہونے لگے تو الوداعی تقریب میں ان لوگوں نے بڑی حسرت سے کہا کہ آج ہمارے ادارہ سے ایک ایسی جامع شخصیت جدا ہو رہی ہے جس کا بدل ہم نہیں لا سکتے ہیں۔ ۱۹۷۰ء میں عربی زبان و ادب میں اعلیٰ قابلیت کی بنا پر حکومت ہند نے ان کو ایوارڈ دیا۔

ان کی شادی ۱۳۴۷ھ میں حضرت محی الطریقہ امیر الشریعۃ مولانا شاہ محمد محی الدین قادری قدس سرہ کی دختر کلاں سے ہوئی تھی۔ مولانا شاہ عزالدین نے بیعت طریقت اپنے نانا مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواروی سے کی اور ان کی طرف سے تمام سلاسل میں مجاز تھے، نانا سے تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین رحمۃ اللہ سے بھی تصوف کی کتابیں پڑھیں اور اذکار و اشغال کی مشق کی اور ان کی طرف سے بھی سلاسل طریقت میں مجاز ہوئے اس کے علاوہ اپنے جد بزرگوار مولوی سید محی الدین احمد سے بھی سلاسل طریقت کی اجازت حاصل کی۔ موصوف کی ذات میں بڑی جامعیت تھی وہ تقریر و تحریر پر یکساں قدرت رکھتے تھے ان کی تقریریں اور سیرت کے بیانات ہندوستان کے مختلف حصوں میں ہوا کرتے تھے۔

۱۳۰۳ھ میں حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواروی نے سیرت نبوی ؐ کا بیان اپنے خاص انداز میں شروع کیا تھا وہ سیرت کے عام جلسوں کے علاوہ ربیع الاول کی بارہ شبوں میں پھلواری میں ترتیب کے ساتھ ولادت سے وفات تک واقعات بیان کرتے تھے تقریر کے درمیان نعتیہ اشعار اور مثنوی مولانا روم بڑے پر اثر انداز میں پڑھتے تھے۔ تقریر کی تاثیر اور خوش بیانی ان کے خاندان میں اب تک باقی ہے، مولانا شاہ عزالدین ؒ نے اپنے نانا سے جو خوبیاں اور خصوصیات ورثہ میں پائی تھیں ان میں تقریر سیرت بھی ہے اپنے خال مرحوم مولانا شاہ غلام حسنین ؒ کے انتقال کے بعد ہر سال پابندی سے ربیع الاول کی پہلی سے گیارہ تک خانقاہ سلیمانیہ میں سیرت پر بیان کرتے اور بارہویں شب کو خانقاہ مجیبیہ میں آخری تقریر کر کے اس بابرکت سلسلہ کو ختم کرتے خانقاہ مجیبیہ میں بارہویں شب کو کئی ہزار کا مجمع ان کی تقریر سننے کا مشتاق اور منتظر رہتا تھا۔ اس کے علاوہ ۳۰-۳۵ سال تک اسی خانقاہ میں ربیع الاول کی دس تاریخ کو بھی بیان کرتے تھے۔

سیرت کے واقعات اچھے انداز میں صحیح روایات سے سوز و گداز کے ساتھ بیان کرنا ان کی تقریر کا خاص امتیاز تھا افسوس ہے کہ یہ تمام خوبیاں انکی وفات کے ساتھ ختم ہو گئیں اور پھلواری حضرت شاہ سلیمان کے اس باکمال، تربیت یافتہ

(بقیہ صفحہ ۷ پر)

بقیہ صفحہ ۶: مولانا شاہ عزالدین ندوی پھلواروی ؒ

کے محاسن و کمالات سے محروم ہو گئی وہ اس وقت خانقاہ سلیمانیہ کے سرپرست تھے وہاں کے تمام مذہبی خدمات انہیں کی ہدایات کے مطابق انجام پاتے تھے مگر افسوس کہ ؎

رفتی و از رفتن تو عالمے تاریک شد
تو مگر شمعی چو رفتی بزم برہم ساختی

مولانا شاہ عزالدین قادری صاحب قلم بھی تھے ان کی تصانیف میں "علوم الحدیث" "کشف الظلام" "حیات احمد حنبل" "شہیدات اسلام" خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ اردو اور عربی کے علمی مجلات و رسائل میں طالب علمی کے زمانہ سے وقتاً فوقتاً لکھتے رہتے تھے۔ رسالہ "المجیب" پھلواری کے اجراء کے بعد ان کی قلمی نگارشات اسی رسالہ میں شائع ہوتی تھیں۔ ان کے مریدین کا بھی خاصا بڑا حلقہ ہے۔ افسوس ہے کہ خانوادہ مجیبیہ کی یہ جامع کمالات شخصیت ۲۴ جمادی الاول ۱۳۹۷ھ کو تقریباً ۷۱ سال کی عمر میں عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کی اور بعد عصر خانقاہ مجیبیہ میں نماز جنازہ اور تدفین عمل میں آئی۔ ۲۶ کو ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی ہوئی۔ قصبہ پھلواری کے باشندوں اور اہل قرابت کے علاوہ شہر پٹنہ اور مضافات سے آنے والوں کا بڑا اجتماع ہو گیا تھا۔

مرحوم کی اولاد ذکور کمسنی میں داغ مفارقت دے گئی تھیں۔ اس وقت آپ کی بیوہ کے علاوہ دو صاحبزادیاں موجود ہیں جو ماشاء اللہ صاحب اولاد ہیں ؎

نور برسائے الٰہی ان کی تربت پر

مطالعہ کی میز پر

(تبصرہ کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

سید اسحاق حسینی

بالک باغ: مصنف محوی صدیقی صاحب مرتب منیر المحوی صاحب

صفحات: ۱۴۴ قیمت: چھ روپے

ملنے کے پتے: (۱) معیار ادب بکڈپو گلی بیا ہزاری کوچر پورہ بھوپال ۴۶۲۰۰۱

(۲) بھوپال بک ہاؤس چار بتی موھوارہ بھوپال

محوی صاحب جانے پہچانے ادیب ہیں۔ بچوں کے لئے انہوں نے بہت لکھا ہے اور خوب لکھا ہے نثر میں بھی لکھا ہے نظم میں بھی کہا ہے۔

زیر نظر کتاب اصلاحی اور اخلاقی نظموں کا مجموعہ ہے کتاب ہر لحاظ سے بہتر ہے کتابت اور طباعت بھی معیاری ہے جلی حرفوں میں ہے۔ بچوں کے لئے ایک حسین تحفہ ہے۔ یہ کتاب بچوں کو اپنی لائبریری میں ضرور رکھنا چاہیئے۔

طہور: از: مولانا قاضی محمد شکیل عباسی ندوی

صفحات: ۶۴ قیمت: ایک روپیہ ۲۵ پیسے

ملنے کا پتہ: قاضی عباس ندوی بیارہ قاضی ضلع بستی

زیر نظر کتاب شکیل صاحب کی نعتوں کا مجموعہ ہے نعت سب سے دشوار صنف ہے اور نعت گوئی کوئی آسان کام نہیں لیکن شکیل صاحب نے بڑی اچھی نعتیں لکھی ہیں تمام نقائص سے پاک ہیں جملہ محاسن لئے ہوئے ہیں اور جملہ لوازم کی رعایت رکھی گئی ہے اس کے علاوہ کتابت اور طباعت دونوں دیدہ زیب اور خوش نظر ہیں۔

گلہائے عقیدت: مرتب، محمد کاظم ندوی

صفحات: ۱۶ قیمت: ۴۰ پیسے

ناشر: مکتبہ ایوب قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ

زیر نظر کتابچہ مختلف شعراء کی نعتوں کا مجموعہ ہے یہ مجموعہ گیارہ نعتوں پر مشتمل ہے۔ کاظم صاحب خود بھی شاعر ہیں اور اچھے شاعر ہیں اس لئے ان کا انتخاب بھی اچھا ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس فیض سے سب کو مستفیض فرمائے۔ (آمین)

قربانی خلیل ؑ اور شہادت حسین ؓ: از، حکیم محمد زماں حسینی صاحب

صفحات: ۴۶ قیمت: دو روپے

ناشر: ناظم مجلس القرآن والحدیث ۸۰ کولو ٹولہ اسٹریٹ کلکتہ ۷۳

زیر نظر کتابچہ حکیم صاحب کی دو تقریروں اور مقالوں کا مجموعہ ہے۔ کتاب ہر لحاظ سے بہتر ہے۔

بڑے انصاف سے شہادت حسین ؓ پر روشنی ڈالی گئی ہے، زبان عام فہم ہے۔ انداز سلجھا ہوا ہے۔

کتابت اور طباعت دونوں مناسب ہیں۔ قیمت قدرے زیادہ ہے۔

بریلوی فتنہ کا نیا روپ ——— کا ——— جدید اڈیشن

زلزلہ کا پوسٹ مارٹم

از: مولانا محمد عارف سنبھلی

- ہر بحث قابل دید، بصیرت افروز ——— اور ——— باطل سوز ہے۔
- مسئلہ علم غیب اور کائنات میں تصرف کے عقیدہ کی جو تنقیح کی گئی ہے وہ عوام اور اہل علم سب کے لئے اس کتاب کا خاص تحفہ ہے۔
- بریلوی فتنہ کی تاریخ اور اس کے تعارف پر ایک مفصل مضمون بھی شامل کتاب ہے جس کے مطالعہ سے اس فتنہ کا طول و عرض اور اس کے بانی کا کردار سامنے آجائے گا۔

اس اڈیشن میں

- مولانا محمد منظور نعمانی کے معرکۃ الآراء مضمون "علماء دیوبند پر بریلیوں کے الزامات کا پس منظر" کا اضافہ کیا گیا ہے۔
- مولانا محمد عامر عثمانی مرحوم کا وہ بے لاگ تبصرہ بھی شامل کیا گیا ہے جس میں مولانا موصوف نے کھلا اعتراف کیا ہے کہ ہماری اس کتاب کے ذریعہ انہوں نے پہلی بار بریلویت کا اصلی چہرہ دیکھا اور ساتھ ہی "زلزلہ" پر اپنے تعریفی تبصرہ کے لئے خدا سے معافی طلب کی ہے۔

★ نئی اعلیٰ کتابت ★ معیاری طباعت ★ عمدہ کاغذ خوبصورت گٹ اپ سے مزین

ضخامت: ۲۴۸ صفحات۔ قیمت صرف ۶/۵۰

ملنے کا پتہ: کتب خانہ الفرقان، ۳۱ نیا گاؤں مغربی (نظیر آباد) لکھنؤ

"تعمیر حیات" میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

(منیجر تعمیر حیات)

جواب طلب امور کے لئے جوابی خط ضرور ارسال کریں۔ نیز منی آرڈر کوپن پر نام اور پتہ خوشخط تحریر کریں۔

(منیجر)

مکتوب سعودی عربیہ

از عبد الرشید ندوی (متعلم جامعہ امام محمد ریاض)

وہ بڑا مبارک دن تھا

۲۷ اپریل؟ جی ہاں ۲۷ اپریل ۸۰ء کا دن بڑا مبارک دن تھا، یہ وہ دن تھا جس دن ریاض کیلئے ہماری فلائٹ تھی۔ ہم کو کہاں جانا ہے؟ کس ملک میں جانا ہے؟؟ کس مبارک و مقدس سرزمین میں جانا ہے؟؟؟ جب بھی ہم یہ سوچتے ہمارا سرور و انبساط، خوشی و مسرت سے جھوم اٹھتا، اور سارا بدن خوشی کے نشہ میں مدہوش و مخمور ہو جاتا۔ کہاں جانا ہے؟ سعودی عرب، جو دنیا کا سب سے زیادہ مقدس و متبرک ملک ہے، جس کو مولد و مسکن نبوی، مہبط وحی، مہد اسلام، مرکز دین ہونے کا فخر و عزت حاصل ہے، وہ سرزمین جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہالت کی تاریکیوں میں روشنی کی قندیل جلائی، وحشت زدہ انسانوں کو انسانیت کا سبق پڑھایا، گم کردہ راہ مسافروں کو صراط مستقیم دکھایا، ظلم و جور، شقاوت و بربریت کی آندھیوں میں عدل و انصاف، رحمت و محبت کی مشعل جلائی — وہ سرزمین صدیوں سے جلال خداوندی اور جمال خداوندی کا مظہر، جہاں دنیا کی سب سے زیادہ بزرگ ترین شخصیت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا کے سب سے زیادہ محبوب ترین رسول آرام فرما ہیں، وہ ملک جس کی زیارت کرنے کی تمنا ہر مسلمان کے دل میں انگڑائیاں لیتی رہتی ہے — اسی ملک، اسی سرزمین، اسی خط ارضی کی طرف ہم کو کوچ کرنا تھا۔ ہم چار ساتھی تھے جن کو دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ العالی نے جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے منتخب فرمایا تھا، سلمان الحسینی الندوی، شفیق، نظام الدین اور راقم سطور — میں تو ۷۸ء ہی سے انفرادی طور پر الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ کے لئے کوشاں تھا لیکن مجھے کامیابی نہ ہو سکی آخر میں نے اپنی دانش کا اظہار حضرت مولانا سے کیا، تاکہ گذشتہ کے آخر میں حضرت مولانا اور مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی مساعی جمیلہ سے میرے اور باقی تین ساتھیوں کے داخلہ کی منظوری جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض نے دے دی۔ ٹکٹ، ویزا اور پاسپورٹ وغیرہ کی تیاری میں کئی مہینے لگ گئے اور بالآخر طویل دفتری کارروائیوں اور دشواریوں کے بعد ۲۷ اپریل ۸۰ء کو ہم لوگوں کا جانا طے ہو گیا۔ روانگی کا وقت جیسے جیسے قریب آرہا تھا ویسے ہی ویسے دل کے اندر دو متضاد کیفیتیں ابھرتی جارہی تھیں، ایک کیفیت تو خوشی و مسرت کی تھی، دوسری کیفیت رنج و غم کی تھی، ایک طرف اگر خوشی میں پھولا نہیں سمارہا تھا تو دوسری طرف فرط رنج و غم سے آنکھوں کے آنسو خشک ہو گئے تھے، نہ ہنستے ہی بنتا تھا اور نہ روتے ہی بنتا تھا۔ اپنے گھر اپنے شہر اپنے ملک اپنے وطن کے چھوٹنے سے زیادہ ندوہ کے چھوٹنے کا غم تھا، جو میرے لئے گھر بھی ہے شہر بھی ملک بھی ہے وطن بھی کیونکہ اسکی چہار دیوار کے اندر میں نے پرورش پائی، اسی کی سرزمین میں پلا بڑھا، اسی کے احاطہ کے اندر میں نے بچپن کے سہانے ایام اور بے فکری کے دن گذارے، یہیں کے دینی و علمی ماحول میں میں نے شعور کی آنکھیں کھولیں، یہیں سے مجھ کو دین و علم کی بیش بہا دولت ملی، ایسی جگہ کو ایسی سرزمین کو چھوڑنا جس میں میں نے اپنی زندگی کے کم و بیش ۲۰ سال گذارے ہوں میرے لئے آسان بات نہ تھی — ندوہ سے میرا تعلق اور لگاؤ عقلی سے زیادہ جذباتی تھا اور جذبات کی حکمرانی میں عقل کا گزر مشکل ہی سے ہوتا ہے، لیکن بالآخر مجھے جذبات کو ٹھنڈا اور عقل کو آگے بڑھانا ہی پڑا، سفر کا وقت آگیا اور میں اساتذہ کرام کے جلو میں ندوہ کی کار میں بیٹھ کر اموسی ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہو گیا، جہاز آچکا تھا نظر اٹھائی تو عزیزوں، دوستوں اور اساتذہ کرام کا انبوہ کثیر نظر آیا جو دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں صرف ہم لوگوں کو الوداع کہنے کے لئے اور ہم لوگوں کو اپنی دعاؤں کے ساتھ رخصت کرنے کے لئے اتنی دور آیا تھا۔ جہاز چھوٹنے کا وقت قریب آیا اور ہم لوگ عزیزوں کی شفقت و محبت، دوستوں ساتھیوں کا خلوص اور اساتذہ کرام کی دعاؤں کے ساتھ جہاز میں سوار ہو گئے — اور ابھی ۴۵ منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ پائلٹ نے دہلی کے پالم ایئرپورٹ پر جہاز کے اترنے کی اطلاع دی، جہاز سے اتر کر ہم لوگ ٹیکسی سے مولانا سید ابو بکر حسنی ندوی کی قیام گاہ پر آئے، مولانا ہم لوگوں کے آنے سے بہت خوش ہوئے اور بڑی شفقت و محبت سے پیش آئے، مولانا کے یہاں رات گذار کر اور ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم لوگ پھر پالم ہوائی اڈے پہنچے ہماری فلائٹ دس بجکر ۲۵ منٹ پر تھی ضروری کارروائیوں کے بعد ہم لوگ جہاز میں سوار ہو گئے، لکھنؤ کے مقابلہ میں یہ جہاز زیادہ بڑا تھا اس میں تقریباً تین سو مسافروں کی گنجائش تھی جہاز ٹھیک وقت پر دہلی سے روانہ ہوا اور ایک گھنٹہ ۴۰ منٹ کے بعد سانتا کروز ایئرپورٹ بمبئی پہونچ گیا، یہاں سے ہم لوگ بذریعہ ٹیکسی حافظ مرغوب صاحب کے پاس نور باغ مسجد پہونچے، حافظ صاحب بڑی خندہ پیشانی سے پیش آئے اور ہم لوگوں کی بڑی خاطر و تواضع کی، بمبئی میں ہم لوگوں کا قیام تقریباً ۲۸ گھنٹے رہا۔

مولوی عبد اللہ صاحب ندوی کی مہربانی اور ذکار اللہ صاحب زائرین ٹریول ایجنٹ کی کوششوں سے پی فارم وغیرہ کا کام جلد ہی پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور ۲۹ اپریل کے سعودی جہاز میں ہم لوگوں کی سیٹیں بک ہو گئیں، بمبئی میں اور بھی کئی حضرات سے اچھی ملاقات رہی، جنکے نام اسوقت ذہن میں محفوظ نہیں ہیں، ظہران کے لئے ہماری فلائٹ ۴½ بجے تھی کرنسی اور کسٹم وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم لوگ سعودی جہاز میں سوار ہو گئے، سعودی عرب کے لئے تمام جہاز عام طور پر کراچی ہو کر جاتے ہیں جس میں تقریباً ۶-۷ گھنٹے صرف ہوتے ہیں لیکن ہمارا جہاز سیدھے ریاض جانے والا تھا اس لئے صرف ۳½ گھنٹہ میں ہم لوگ ظہران پہنچ گئے، جسوقت ہمارا جہاز متحدہ عرب امارت سے گذر رہا تھا اسوقت کھڑکیوں سے پورا شہر قمقموں اور جھالروں جیسا معلوم ہو رہا تھا اور سڑکوں پر چلتی ہوئی کاریں ہار کی لڑیاں معلوم ہو رہی تھیں، ظہران میں ہیلتھ سرٹیفکیٹ اور کسٹم وغیرہ کے چکر سے نکلنے کے بعد ہم لوگ ظہران کے داخلی ایئرپورٹ پہونچے جو انٹرنیشنل ایرپورٹ کے قریب ہی ہے، بکنگ آفس پہونچے تو معلوم ہوا کہ صبح ۶ بجے تک کسی جہاز میں جگہ نہیں ہے، ۷ بجکر ۱۵ منٹ والے جہاز میں جگہ مل سکتی ہے، مجبوراً اسی جہاز میں بکنگ کرانی پڑی، رات ظہران ایئرپورٹ پر گذری صبح نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر اور کسٹم وغیرہ کے مرحلہ سے گذر کر سعودی جہاز میں سوار ہو گئے تقریباً ایک گھنٹہ سے پہلے ہم لوگ ریاض پہنچ گئے، ریاض میں کسٹم وغیرہ نہیں ہوا فوراً ٹیکسی کر کے ہم لوگ جامعہ کے دفتر "عمادۃ شئون الطلاب" پہونچے، یہاں کے لوگ بڑے تپاک سے ملے، اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ ہم لوگ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے آئے ہیں تو وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور حضرت مولانا کی خیریت پوچھتے رہے، اور ان کے بارے میں مختلف سوالات کرتے رہے، عمادۃ شئون الطلاب سے فارغ ہو کر ہم لوگ سلیم الرحمٰن خاں ندوی کے کمرے پہنچے یہ ہم لوگوں سے پانچ چھ ماہ قبل پہونچ چکے تھے انہوں نے ہم لوگوں کی بڑی مدد کی اور ہر طرح کی سہولت پہونچا لی، کھانے پینے کا انتظام، ٹھہرنے کا بندوبست وغیرہ کرانے میں انہوں نے بڑی دلچسپی لی۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہم سب کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے (آمین)

کچھ اطمینان ہوا تو پھر یہاں کے مختلف طلباء سے ملاقات کی، بعض تو حضرت مولانا کے بڑے مداح اور ان کی کتابوں کے عاشق ہیں، بعض نے حضرت مولانا کی خیریت پوچھی اور حضرت مولانا کی تازہ مطبوعات کے بارے میں سوالات کئے، بعض طلباء ہندوستانی مسلمانوں کے حالات اور ان کی خدمات، اندرا گاندھی کے سقوط کے اسباب، موجودہ حکومت کے رجحانات اور مسلمانوں کے ساتھ اس کے برتاؤ کے بارے میں پوچھتے رہے، یہاں پہنچکر حضرت مولانا کی عظمت اور ہمہ گیر شخصیت کا اندازہ ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ عالم اسلام میں حضرت مولانا اپنی تصانیف کی وجہ سے کسقدر مقبول و معروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کا سایہ ہم لوگوں پر تادیر قائم رکھے اور ہم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کا موقع دے۔

★★

رسالۃ المسجد

وقت کی ایک اہم ضرورت

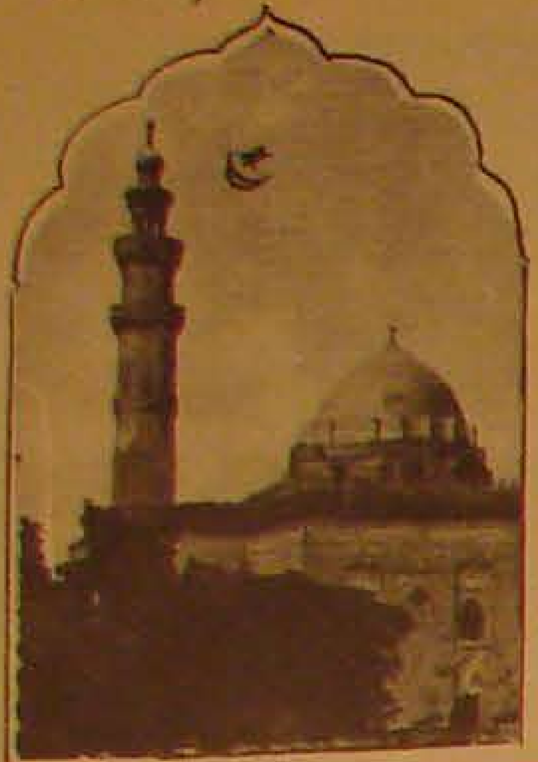

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ (یثرب) تشریف لے لئے تو سب سے پہلے یہاں پہونچ کر آپ نے ایک ایسے گھر کی بنیاد رکھنی چاہی جہاں مسلمان دن میں پانچ وقت جمع ہو کر عبادت کر سکیں چنانچہ مسجد بنی اور مسلمانوں کی منتشر طاقتیں سمٹ سمٹ کر یہاں جمع ہونے لگیں لیکن صدر اول کی یہ مسجد صرف عبادت و ریاضت تک محدود نہیں تھی بلکہ اگر ایک طرف مسلمان جماعت سے نماز ادا کرتے تھے تو دوسری طرف اس میں سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی مسائل بھی طے پاتے تھے، اس میں مقدمات کے فیصلے بھی ہوتے تھے، یہی مدرسے بھی تھے اور تربیت گاہیں بھی، یہ وہ پارلیمنٹ تھی جہاں زندگی کے تمام شعبہائے حیات کے معاملات طے ہوتے تھے قرآن و حدیث کی تعلیم بھی دی جاتی تھی اور اخلاقی و روحانی تربیت کا بہترین نظم و انتظام بھی تھا۔

لیکن زمانہ جوں جوں اپنی رنگینیوں کے ساتھ آگے بڑھتا رہا مسجدوں کے انتظام میں فرق پیدا ہونے لگا۔ وہ مسلمان جو دن و رات کا بڑا حصہ مسجد میں گذارتا تھا جب مسجدوں سے بے اعتنائی و لاپرواہی برتنے لگا، جب علم و معرفت کے حصول کا جذبہ سرد پڑ گیا تو اس کے اندر بھی انحطاط و پستی کے عناصر رونما ہونے لگے اور جب خرابیاں روز افزوں ترقی پاتی رہیں تو بڑھتا ہوا سیلاب بھیانک صورت اختیار کر گیا، افتراق و انتشار کے جراثیم، آخرت کی طرف سے لاپرواہی اور دنیا پر مرمٹنے کا جذبہ اتنا بڑھا کہ آج مسجدیں بسا اوقات نمازیوں کو ترستی ہیں، دعوت آہ و فغاں، صدائے احتجاج اور مسلمانوں سے فریاد کرتی ہیں۔

ان ہی حالات کے پیش نظر رابطہ عالم اسلامی نے ابھی پچھلے برس ۵ ر رمضان المبارک تا ۱۰ ر رمضان ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۰ ستمبر تا ۲۳ ستمبر ۱۹۷۵ء مکہ مکرمہ کی سرزمین میں "مؤتمر رسالۃ المسجد" کی پہلی کانفرنس "المجلس الاعلیٰ العالمی للمساجد" کے نام سے منعقد کی تھی، جس کے جنرل سکریٹری شیخ صالح قزاز منتخب کئے گئے۔ رمضان المبارک کے اس مبارک موقعہ پر ۸۰ ملکوں سے آئے ہوئے ۳۰۰ مندوبین نے شرکت کی۔ اگر یہ کہا جائے تو قطعاً بے جا نہ ہوگا کہ یہ وہ مبارک کوشش ہے جو درحقیقت اسلامی تاریخ کے روشن اوراق میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔ کانفرنس کی کامیابی ان بلند پایہ مفکرین، صاحب علم و فضل، دانشور و اہل قلم ماہرین تعلیم اور ماہرین قانون کی رہین منت ہے۔ جو عالم اسلام کے مختلف گوشوں اور دور دراز ملکوں سے تشریف لائے تھے، خصوصاً مندوبین اسپین، ارجنٹائن، افغانستان، انڈونیشیا، یوگنڈا، ایران، اٹلی، پاکستان، بحرین، برازیل، برطانیہ، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ، جنوبی افریقہ، ہندوستان اور اسی طرح کل ۸۰ ملکوں سے تشریف لائے تھے۔ (ہندوستان سے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی منتخب ہوئے) کانفرنس اپنی رسمی اور روایتی مراحل سے گذرتے ہوئے ان تجاویز اور قراردادوں پر ختم ہوئی جو طویل بحث و مباحثہ ——— اور غور و فکر کے بعد وجود عمل میں آئیں۔ تجاویز کی فہرست بڑی طویل لیکن ہر چند مفید اور فائدہ رساں ہے خصوصاً مندرجہ ذیل اغراض کی تکمیل کانفرنس کے اعلیٰ مقاصد میں داخل ہیں۔

"مسجدوں کو زندگی کی نئی روح اور حیات توبخشی جائے ان کی طہارت و نظافت اور حسن و انتظام کا ہر ممکن لحاظ رکھا جائے، مسلمانوں کے جزوی اختلافات کو دور کرنے کے بعد ان کو ایمان و یقین کے ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے، مساجد کے خطیب و امام اپنی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتے ہوئے دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں میں ہاتھ بٹائیں، خود مسجدوں میں بھی تعلیم قرآن کے انتظامات ہوں، مسجدوں سے باہر دعوتی اور اصلاحی پروگراموں کو اتنی ترقی دی جائے کہ ہر ہر خطہ اس کے صدائے بازگشت سے گونج اٹھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فلم یا کسی بھی ایسی فلم جس میں صحابہ کرام کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے اس سلسلے میں احتجاج کیا جائے۔ عالم اسلام کو صیہونی جارحیت کے خلاف خصوصاً مسجد اقصیٰ کی واپسی پر اپنے آرام و راحت تج کر ہر طرح کی قربانی پیش کی جائے۔

مدرسوں اور تعلیمی اداروں میں اسلامی فضا قائم کی جائے، مسجدوں کی اہمیت و ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے نماز جیسے اہم رکن کا حد درجہ پابندی کی جائے نئے اداروں اور مدارس قدیمہ میں تطبیق و توافق کی صورت پیدا کی جائے، جہاں اور جس خطہ ارضی میں بھی مسلمان بستے ہوں وہاں مسجدوں کا وجود لازم قرار دیا جائے اخلاقی اور دینی روایات کو بڑھاوا دینے کے لئے مختلف تدابیر اور طریقہ کار استعمال کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔"

ان قراردادوں کو عملی جامہ پہنانے اور زندگی کے وسیع و عریض میدان فکر و عمل میں نافذ کرنے اور مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کے لئے ان تمام ممبران اور کارکن حضرات کو جن کا تعلق اس کمیٹی سے ہے۔ خطوط و ٹیلی گراف کے ذریعہ انہیں آگاہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے اپنے میدان عمل، اپنے دائرہ کار، اپنے احباب و اعزہ اور اپنے قرب و جوار کی مسجدوں میں نافذ کریں، مختلف پرچوں، رسالوں اور اخباروں کے ذریعہ سے اس اہم کام بلکہ دینی دعوت کو عام کرنے کی بھرپور کوشش کریں، اس لئے کہ مسجدیں ہی وہ مرکز ہیں جو دن میں پانچ بار مومن کو یاد دلاتی ہیں کہ وہ حی و قیوم ہے اور تمہاری حقیقت مٹی میں مل جانے والی شی سے زیادہ کچھ نہیں، وہ معبود برحق ہے اور تمہارا کام اطاعت، بندگی، غلامی اور آقا پروری کے سوا کچھ نہیں۔ اس کے بے شمار احسانات تمہارے جسم و جان پر ہیں، تمہیں اس کے سامنے رونا، گڑگڑانا چاہئے اور اپنی زندگی کو اس نمونہ اور طرز عمل میں ڈھالنا چاہئے جس کے لئے خدا نے رسولوں اور فرستادوں کا سلسلہ جاری فرمایا۔

انگریزی میڈیم کی اسکولوں میں پڑھنے والے طلباء کے لئے

ایک بہترین تحفہ

عقیدۂ توحید و رسالت کی حقیقت کو دل نشین پیرائے میں سمجھانے کے لئے سوال و جواب کے انداز میں ترتیب دی گئی کتابوں کا ایک سیٹ

"ONLY ONE GOD"

"صرف ایک خدا" & "پیغام اور پیغامبر"

"MESSAGE & THE MESSENGER"

دونوں کتابوں کے سیٹ کے لئے ۵ روپے ۲۵ پیسے۔ مصارف ڈاک و پیکنگ ۲۵ پیسے

شائع کردہ

شاہین بک ایجنسی
Shaheen
فون ۳۲۷۱۲۳

شعیب اسلم حیدرآبادی

ندوہ کے شب و روز

قارئین کو معلوم ہوگا کہ کچھ دنوں پہلے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، امریکہ اور کناڈا کے مسلم طلباء کی تنظیم M.S.A کے سالانہ کنونشن میں بحیثیت مہمان خصوصی شرکت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

امریکہ اور کناڈا کے مسلم طلباء کی تنظیم کا پندرہواں سالانہ کنونشن یہاں انڈیانا یونیورسٹی میں گذشتہ ہفتہ ہوا جس میں کوئی دو ہزار مسلم طلباء نے شرکت کی۔

مسلم طلباء کے اس بین الاقوامی اجتماع میں موضوع بحث تھا "احیائے اسلامی اسکی ضرورت اور تکمیل"۔ اس کنونشن کے مختلف اجلاسوں میں اسلام کی تاریخی اساس اسلامی تحریکات اور ان کے نمونے اور دنیا بھر میں اس مذہب کے استحکام کی تجویزوں پر غور کیا گیا۔

مقررین میں اسلامی اسکالرز، ماہرین تعلیم مصنفین، مورخین اور ماہر اقتصادیات شامل تھے جو امریکہ، کناڈا، برطانیہ، کویت، سعودی عرب، ہندوستان اور الجریا سے آئے تھے سب سے زیادہ شرکاء مشرق وسطیٰ کے عرب ملکوں سے آئے تھے۔ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش کے طلباء کی بھی تعداد خاص تھی۔ ایران اور افغانستان کی بھی اچھی نمائندگی ہوگئی۔

ایسوسی ایشن کے منصوبے کے مطابق اس کے جلسوں کے لئے عنقریب اس کی ذاتی عمارت حاصل ہو جائے گی اس نے پلین فیلڈ (ریاست انڈیانا) میں ۱۲۴ ایکڑ زمین حاصل کی جہاں شمالی امریکہ کے اسلامی مرکز کی تعمیر ہوگی جہاں ایسوسی ایشن کا ہیڈ کوارٹر ہوگا، تحقیقی سہولت کے لئے ایک لائبریری ہوگی ایک مسجد، ایک یوتھ کیمپ ایک ابتدائی اسکول، ہوگا اور ایسوسی ایشن سے وابستہ کئی گروپوں کے دفاتر بھی ہوں گے۔ یہ زمین حکومت قطر کی منظور کی ہوئی ایک رقم سے خریدی گئی ہے۔

آجکل ندوہ کی چہار دیواری میں ثقافتی اور تہذیبی سرگرمیاں شباب پر ہیں۔ ابھی ۸، ۹ جون کو طلبائے ندوہ کی یونین الاصلاح کے شعبۂ خطابت اور شعبۂ سلیمانی (تحریری) کے سالانہ انعامی مقابلے یونین کے جمالیہ ہال میں منعقد ہوئے تھے۔ ایک ہفتہ پہلے عنوانات کا اعلان کیا گیا۔ مقابلہ میں حصہ لینے والوں کے دو گروپ تھے ایک تو سفلیٰ جو درجہ سوم سے لے کر درجہ ششم تک تھا اور علیا جو درجہ ہفتم سے لے کر اخیر درجات تک تھا۔

بزم خطابت کا علیا کے لئے عنوان علامہ اقبال کا یہ شعر تھا ؎

اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی ٭ کہ ہوں ایک جنیدی و ...

اور سفلیٰ کے لئے تھا "اسلام میں عورت کا مقام"۔ بزم سلیمانی (تحریری) کا عنوان برائے علیا "مسلمانوں پر ہندوستانی تہذیب کا اثر" اور سفلیٰ کے لئے "مولانا محمد اویس ندوی بحیثیت مفسر" یہ مقابلے دو روز تک جاری رہے اور روزانہ دو نشستیں ہوتیں پہلے دن ظہر بعد بزم خطابت کا جلسہ برائے علیا تھا۔

بزم خطابت کی دوسری اور آخری نشست جو درجات سفلیٰ کے مقررین کیلئے مخصوص تھی۔ مقرر پوری تیاری کے بعد اسٹیج پر آرہے تھے اور کھل کر اپنے جوہر کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ان کی یہ بیباکی، یہ جرأت، یہ کھل کر اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کی ادا یہ سب دیکھ کر میں کچھ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں۔ اناؤنسر صاحب آواز دے رہے ہیں اب فلاں مقرر آپ کے سامنے آرہے ہیں، اب عطاء الرحمٰن اسٹیج پر آرہے ہیں اور یہ ہیں قیصر حسین اور اب آرہے ہیں عبدالخالق اور یہ ہیں حفیظ اللہ۔ میرے کان اناؤنسر کی آواز پر لگے ہیں گویا وہ کہہ رہا ہے اب آپ کے سامنے ابوالکلام آزاد آرہے ہیں اور اب اسٹیج پر آرہے ہیں عطاء اللہ شاہ بخاری اور یہ ہیں شورش کاشمیری۔ میں یہ کچھ غلط نہیں سن رہا ہوں آج کے یہ کم عمر مقرر کل کے شعلہ بیان خطیب اور جادو بیان مقرر۔

یہ رات گذر جاتی ہے۔

آج مقالے پیش کرنے کا دن ہے ظہر بعد علیا کا جلسہ اور عشاء بعد سفلیٰ کا۔

کل آپ نے طلبہ کا خطیبانہ حال پڑھا اور آج ادیبانہ طرز دیکھئے۔

مقالات پیش ہو رہے ہیں جس میں وہ روانی اور سلاست ہے جیسے کوئی آبشار پہاڑ کی چوٹی سے تیزی کے ساتھ بہا جا رہا ہو اور اپنے ساتھ چھوٹے موٹے پتھروں کو خس و خاشاک کی طرح بہا لیجا رہا ہو یہی حال یہاں بھی ہو رہا ہے، انکی روانی کے ساتھ میرے خیالات کی رفتار بھی کچھ کم نہیں کسی کا مقالہ اسلوب ماجدی کو لئے ہوئے تو کسی نے طرز شبلی اختیار کیا تو کوئی رشید احمد صدیقی کے انداز کو اپنائے ہوئے ہے۔ مقالات پیش ہوتے رہے جو مواد سے بھرپور طرز انشاء کا بہترین نمونہ تھے۔

پھر کہیں بارہ بجے کے بعد جلسہ اختتام کو پہونچا اس اعلان کے ساتھ انعامات کی تقسیم کل عشاء بعد عمل میں آئے گی۔

آج عشاء بعد انعامات تقسیم ہوں گے، یہ دیکھئے ادھر نماز ختم ہوئی اور ادھر جمالیہ ہال بڑی تیزی کے ساتھ بھر رہا ہے اور وہی دل جو دو روز پہلے ذوق و شوق جذبہ و لگن اور جوش سے بھرے ہوئے تھے انتظار کی سخت تکلیف دہ مراحل سے دوچار۔

جمالیہ ہال بھر رہا ہے تقریباً بھر چکا ہے ماحول میں ہلکی ہلکی سرگوشیاں ہیں، کچھ آوازیں ہیں۔ انعامی جلسہ بس اب شروع ہونے جا رہا ہے انعامات سلیقہ سے میزوں پر لگائے جا رہے ہیں اور ادھر ان لوگوں سے جنھوں نے مقابلوں میں ذوق و شوق سے حصہ لیا تھا کوئی ان کے دل کی حالت پوچھے - ؏

آہٹ پہ کان در پہ نظر دل میں اشتیاق

تمام لڑکوں کی نگاہیں بیتابی سے اسٹیج کی طرف لگی ہیں جمالیہ ہال بھر چکا ہے بلکہ اپنی تنگ دامانی کا شکوہ کرنے لگا ہے۔

تلاوت کلام پاک سے جلسہ کا آغاز ہوتا ہے اور پھر ترانۂ ندوہ مترنم آواز میں پڑھا گیا تو ماحول پر ایک طرح کا سکتہ سا چھا گیا پھر درج ذیل دلکش اور پراثر اشعار پیش کئے گئے ؎

جس بزم کے ہیں ہم تخت نشیں وہ بزم ہے بزم عرفانی
اس بزم کی ہر صبح حسیں ہر شام ہے اس کی نورانی
یہ بزم ہے ان شاہینوں کی فطرت میں ہے جن کی سلطانی
یہ قلب و نظر کی دنیا ہے ہر نقش ہے اس کا لافانی

اور یہ بھی ؎

گنجینۂ فضل رحمانی وہ جس نے بلند اسلام کیا
دانشکدۂ شبلی جس نے پھر ذوق سخن کو عام کیا
وہ بزم سلیمانی جس نے تحقیق و نظر کا کام کیا
انفاس علی نے روشن پھر ندوے کا جہاں میں نام کیا

تو سماں بندھ گیا۔

اناؤنسر نے اعلان کیا کہ اب نتائج کا اعلان کیا جائے گا اور انعامات تقسیم ہوں گے۔ گویا دل کچھ دھڑک دھڑک سے گئے ہوں۔ آخر یہ جان لیوا انتظار ختم ہوا۔

بزم خطابت برائے علیا:

انعام اول:	سید مشتاق علی بھوپالی
" دوم:	عبدالوحید بستوی
" سوم:	نعمت اللہ مظفرپوری

بزم خطابت برائے سفلیٰ:

انعام اول:	عطاء الرحمٰن صدیقی (بمبئی) ششم عربی
" دوم:	محمد قیصر حسین بہاری " "
" سوم:	حفیظ اللہ بمبئی چہارم "

بزم سلیمانی (تحریری) برائے علیا:

انعام اول:	عمران سعید بھیونڈی ہشتم عربی
" دوم:	نظام الدین بستوی ہفتم عربی
" سوم:	نعمت اللہ بہاری تخصص اول

بزم سلیمانی برائے سفلیٰ:

انعام اول:	عطاء الرحمٰن صدیقی (بمبئی) ششم عربی
" دوم:	محمد عبدالخالق پورنوی " "
" سوم:	حشمت اللہ بہاری چہارم عربی

انعامات میں دئے جا رہے ہیں شبلی سٹ، سلیمان سٹ، منظور نعمانی سٹ۔ یہ تو یونین کی طرف سے تھا اور طلبہ نے اپنے کامیاب ہونے والے ساتھیوں کو اپنے خلوص تہنیت کیساتھ تحفوں سے لاد دیا۔ انعام لایا کوئی ہے اور خوشی کسی اور کو ہو رہی ہے جیسے اس کی اپنی خوشی ہو۔

ندوۃ العلماء کا ترجمان

لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

جو گذشتہ تیرہ سال سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (ناظم ندوۃ العلماء) کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے۔ جس نے ملک کے دینی، علمی، ادبی اور ثقافتی حلقوں میں ممتاز مقام حاصل کر لیا ہے۔

اس میں شائع ہوتے ہیں

٭ قرآن مجید کا حیات آفریں پیام ٭ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلنشیں ارشادات ٭ اہل اللہ کے مؤثر و سبق آموز حالات کے ساتھ تحریک ندوۃ العلماء کا تعارف ٭ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی علمی و تعلیمی سرگرمیوں ــ اور عالم اسلام کے مستند واقعات پر مشتمل مضامین شائع ہوتے ہیں۔

● دنیا کے شب و روز ● ملک کے لیل و نہار ● اور ادب و شعر۔ اس پر مستزاد ● دلکش سرورق جاذب نظر گٹ اپ ● معیاری کتابت ● خوبصورت آفسیٹ طباعت۔

٭ "تعمیر حیات" کے حلقۂ اشاعت کی وسعت کے پیش نظر اسکی قیمت اصل لاگت سے کم رکھی گئی ہے ٭ یہ اہل علم، اہل تجارت اور عوام میں یکساں مقبول ہے ٭ یہ آپ کی تجارت کے فروغ میں مدد دیتا ہے۔

خط و کتابت کا پتہ: منیجر "تعمیر حیات" پوسٹ بکس ۹۳ ندوہ۔ لکھنؤ 226007

نرخنامہ اشتہارات

عارضی:	(ایک تا ۹۹ سینٹی میٹر)	-/3 روپے فی سینٹی میٹر فی کالم
مستقل:	(۱۰۰ اور اس سے زائد سینٹی میٹر)	-/2/50 " " "
پورا اندرونی صفحہ:		-/300 روپے فی اشاعت
نصف اندرونی صفحہ:		-/160 " " "
چوتھائی " :		-/90 " " "
ٹائیٹل کا آخری صفحہ (رنگین):		-/350 " " "
" نصف " " :		-/200 " " "
" چوتھائی " " :		-/125 " " "

طباعتی تفصیلات

پورا سائز:	۳۸ × ۲۵ سینٹی میٹر
سائز باعتبار طباعت:	۳۳ × ۲۱ سینٹی میٹر
کالم:	۴
زبان:	اردو
طباعت:	مکمل فوٹو آفسیٹ
شرح تبادلہ:	سالانہ: ۱۲ روپے (اندرون ملک)
	ششماہی: ۷ روپے
	فی پرچہ: ۶۰ پیسے

(اس نرخنامۂ اشتہارات کا اطلاق یکم جنوری ... سے ہوگا)

ADVERTISEMENT TARIFF

Casual (1 to 99 C. M. S.) ..	Rs. 3/- Per S.C.C.M.
Contract (100 C. Ms. andover)	Rs. 2/50 Per S.C.C.M.
Ordinary full Page	Rs. 300/- Per Issue
" Half	Rs. 160/- Per Issue
" 1/4	Rs. 90/- Per Issue

Last Caver Page

Full Page	Rs. 350/- Per Issue
Half	Rs. 200/- Per Issue
1/4	Rs. 125/- Per Issue

Govt, Municipal, Courts and Other Pulic.
Notices Rs. 4/- Per s. c. c. m

Mechanical Data

Size	38 C. M. × 25 C. M.
Printed area	33 C. M. × 21 C .M.
Language	'Urdu"
Columns :—	4
Printing	Photo Offset
Publication Dates ——	10 and 25 every Month

Subscriptions—
Inland

Yearly——	Rs. 12/-
Half yearly——	Rs. 7/—
Per Copy .. —	../60 Paise